OPEN ACCESS
Al-ISRA
﴾ International Journal of Islamic Thought ﴿
ISSN: 2959-3603
www.israjr.com

Al-ISRA
Vol.:5, Issue: 1, Jan -March 2026 PP: 209-223

تخفیفِ عذاب برائے کفار کا ثبوت اور اس کے اسباب

The evidence of the reduction of punishment for the disbelievers and its causes

Dr. Farhad Ali
Lecturer, National University of Modern Languages Islamabad
Email: farhad.ali@numl.edu.pk

Dr. Muhammad Naeem
PhD Islamic International University, Islamabad
Email: mnaeemmalik08@gmail.com

Abstract

The general view regarding the punishment of the Hereafter is that the punishment of the unbelievers in the Hereafter is permanent and uninterrupted and will not be alleviated in any way. The basis of this theory regarding the punishment of the disbelievers is the verses in which the word "لَا يُخَفَّفُ""it will not be lightened" is mentioned. In light of these verses, the question arises: Will the punishment of all unbelievers in the Hereafter be equal in terms of their qualities, or will there be some difference? Will the punishment of any one unbeliever in the Hereafter be less than the punishment of other unbelievers? If the punishment of a disbeliever in the Hereafter is somewhat reduced compared to the punishment of other disbelievers, what would be the meaning of the words "لَا يُخَفَّفُ" in the above verses? What are the reasons for this reduction in punishment? Can the righteous deeds of the unbeliever be a reason for the reduction in punishment in the Hereafter? This research paper attempts to find answers to these questions by discussing these topics in depth. Our research concludes that, despite the commonality of disbelief and polytheism, there is a difference in the punishment of disbelievers, and based on various reasons and conditions, the punishment of one disbeliever may be less severe than that of another disbeliever. The factors that lead to a reduction in punishment despite participation in disbelief and polytheism include the lack of means of guidance, differences in the levels of preaching, the lack of proof in some matters, and the length of life in the afterlife. There are also some reasons that reduce the punishment of disbelievers for committing sins and disobeying commands. These reasons include the imposition of Islamic punishment on a disbeliever for committing sins, the righteous deeds, the generosity of a disbeliever, the fulfillment of obligations that do not require intention, and the avoidance of forbidden things.

Keywords: *punishment of the Hereafter. Reduction in punishment. Lack of means of guidance, lack of proof righteous deeds.*

CC BY

موضوعِ تحقیق کا تعارف اور بنیادی سوالات

عذابِ آخرت کے بارے میں عمومی نظریہ یہ ہے کہ گناہگار مؤمنین اپنے گناہوں کی پاداش میں نارِ جہنم میں جائیں گے اور اپنے اپنے گناہوں کی عذاب بھگتنے کے بعد جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ جبکہ کفار کا عذابِ آخرت دائمی و غیر منقطع ہے اور اس میں کسی قسم کی تخفیف نہیں ہو گی۔ کفار کے عذاب کی بابت اس نظریہ کی بنیاد وہ آیات ہیں جن میں عذابِ آخرت کے بارے میں "خالِدِينَ فِيها" اور "لَا يُخَفَّفُ" کے الفاظ وارد ہیں۔قرآن مجید کے پانچ مقامات ،سورۃ البقرہ آیت ۸۶ آیت ۱۶۲، سورۃ آل عمران آیت ۸۸، سورہ نحل آیت ۸۵ اور سورہ فاطر کی آیت ۳۶ میں " لَا يُخَفَّفُ " کے الفاظ کے ساتھ عذابِ اُخروی میں عدمِ تخفیف کا خبر دی گئی ہے۔ان آیات کی روشنی میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا تمام کفار کا عذاب اُخروی کیفیات کے اعتبار سے برابر ہو گا یا اس میں کمی بیشی و باہمی فرق ہو گا؟ کیا کسی کافر کا عذابِ اخروی، دیگر کفار کے عذابِ اُخروی کی بنسبت کم ہو گا؟ اگر کسی کافر کے عذابِ اُخروی میں دیگر کفار کے عذاب کی بنسبت کچھ تخفیف ہو گی تو آیاتِ مذکورہ کے لفظ " لَا يُخَفَّفُ " کا کیا مفہوم ہو گا؟ اس تخفیفِ عذاب کے اسباب کیا ہیں؟ کیا کافر کے اعمالِ صالحہ، عذابِ اُخروی میں تخفیف کا سبب بن سکتے ہیں؟ اس تحقیقی مقالہ میں انہی موضوعات پر سیر حاصل بحث کر کے ان سوالات کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

تمہید: وعدہ اور وعید میں فرق

بحث کے باقاعدہ آغاز سے قبل بطورِ تمہید یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ جرائم پر سزا دینا اللہ کا حق ہے اور جس طرح دنیا میں ہر حقدار کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی سے اپنا حق مکمل وصول کرے، کسی سے جزوی طور پر وصول کر کے کچھ حق ساقط کر دے اور کسی کو اپنا حق بالکلیہ معاف کر دے۔ اگر ایک انسان کسی سے اپنا حق مکمل وصول کرتا ہے اور یہی انسان کسی دوسرے کو اپنا حق مکمل طور پر معاف کر دیتا ہے تو اس بابت اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں اور نہ ہی اس عمل کو خلافِ عدل اور ظلم تصور کیا جا سکتا ہے اسی طرح اللہ کے حقِ عذاب میں بھی یہی تفصیل ہے۔ اگر اللہ ایک انسان کو کسی جرم کے ارتکاب پر عذاب دے اور کسی دوسرے انسان کو اسی جرم کے ارتکاب پر سزا نہ دے بلکہ اپنے فضل واحسان سے معاف کر دے تو اس بابت بھی کسی اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں۔ امام رازیؒ اللہ کے حقِ عذاب کے بارے میں لکھتے ہیں:

إِنَّ الْعِقَابَ حَقُّ اللَّهِ تَعَالَى، فَلَهُ أَنْ يَتَفَضَّلَ عَلَى الْبَعْضِ بِالْإِسْقَاطِ وَأَنْ لَا يَتَفَضَّلَ بِذَلِكَ عَلَى الْبَاقِينَ،1 "

بے شک سزا دینا اللہ کا حق ہے، اس کو حق حاصل ہے کہ کچھ افراد پر فضل واحسان کرتے ہوئے عذاب ساقط کر دے اور یہ بھی حق حاصل ہے کہ کچھ دیگر افراد پر ایسا فضل واحسان نہ کرے"۔

عذاب کے بارے میں بطورِ تمہید یہ بات بھی سمجھنی چاہیے کہ جنت کے انعامات واحسانات اور جہنم کے شدائد وآلام سے متعلق آیات میں ایک بنیادی فرق ہے اور وہ فرق یہ ہے کہ جنت کے انعامات واحسانات سے متعلق جتنی بھی آیات ہیں وہ اللہ کا وعدہ ہے جہاں تک جہنم کے عذاب سے متعلق آیات کی بات ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی وعید ہے۔ اللہ کے وعدہ میں کسی قسم کا تخلف نہیں ہو سکتا جبکہ اللہ کی وعید کے بارے میں تصریحات موجود ہیں کہ وعید میں تخلف ہو سکتا ہے۔ علامہ شہاب الدینؒ تفسیرِ بیضاوی کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

ووجه المبالغة في الوعد لعدم تخلفه جعله مسببا عن التقوى، والعمل الصالح المشعر بأنه لا ينفك

عنه إذ المعلول لا يتخلف عن العلة غالبا بخلاف الوعيد فإنه يجوز تخلفه،[2]

"وعدہ میں مبالغہ کی وجہ یہ ہے کہ وعدہ میں تخلف نہیں ہو سکتا۔ تقویٰ اور نیک اعمال کو اس وعدہ کا سبب بنانے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں علیحدگی نہیں ہو گی اس لیے کہ معلول، علت سے الگ نہیں ہوتا ہے البتہ وعید میں تخلف ممکن ہے"۔

اسی طرح علامہ احمد بن عطیہؒ نے بھی وعید کے تخلف کی تصریح بیان کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

إن الله أوعدهم بالعقاب ورحمته وسعت كل شيئ فقد يتخلف الوعيد بعفوه سبحانه[3]

"اللہ تعالیٰ نے انہیں عذاب کی دھمکی دی ہے، اور اللہ کی رحمت ہر چیز کو وسیع ہے، کبھی وعید میں اللہ کے عفو کی وجہ سے تخلف ہو جاتا ہے۔"

تخفیفِ عذاب کی صورتیں:

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بحث شروع کرنے سے پہلے تخفیفِ عذاب کی صورتوں پر ایک نگاہ ڈال لی جائے تاکہ بحث کا سمجھنا آسان ہو۔ تخفیفِ عذاب کی دو صورتیں عقلی طور پر ممکن ہیں۔ تخفیف کی پہلی صورت یہ ہے کہ عذاب منقطع اور بالکل ختم ہو جائے۔ اس لیے کہ جب عذاب کا خاتمہ ہو جائے گا تو یقیناً عذاب میں تخفیف ہو گئی۔ یہ تخفیفِ عذاب کی کامل صورت ہے۔ تخفیفِ عذاب کی اس صورت میں عذاب، دائمی نہیں رہتا بلکہ عذاب کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ تخفیفِ عذاب کی دوسری صورت یہ ہے کہ عذاب تو دائمی ہو لیکن اس کی شدت میں کمی کر دی جائے۔ اس کو یوں سمجھ لینا چاہیے کہ جس طرح آگ کے شعلے کی حدت میں کمی بیشی کی جاتی ہے، کسی آگ کے شعلے کا درجہ حرارت بہت زیادہ، کسی کا کم ہوتا ہے تو عذاب میں اس طرح کی کمی کر دی جائے لیکن عذاب بالکلیہ ختم نہ ہو۔ علامہ فخر الدین رازیؒ نے تخفیفِ عذاب کی یہ دو صورتیں بیان فرمائی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

بَعْضُهُمْ حَمَلَ التَّخْفِيفَ عَلَى أَنَّهُ لَا يَنْقَطِعُ بَلْ يَدُومُ، لِأَنَّهُ لَوِ انْقَطَعَ لَكَانَ قَدْ خَفَّ، وَحَمَلَهُ آخَرُونَ عَلَى شِدَّتِهِ لَا عَلَى دَوَامِهِ وَالْأَوْلَى أَنْ يُقَالَ: إِنَّ الْعَذَابَ قَدْ يَخِفُّ بِالِانْقِطَاعِ وَقَدْ يَخِفُّ بِالْقِلَّةِ فِي كُلِّ وَقْتٍ أَوْ فِي بَعْضِ الْأَوْقَاتِ،.[4]

"بعض نے تخفیف کے لفظ کو اس معنیٰ پر محمول کیا ہے کہ انقطاع نہیں ہو گا بلکہ دوام ہو گا۔ اس لیے کہ اگر منقطع ہو گیا تو تخفیف ہو گئی۔ اور دیگر حضرات نے اس کو شدت کے معنیٰ پر محمول کیا ہے۔ بہتر رائے یہ ہے کہ عذاب میں تخفیف بالکلیہ انقطاع اور شدت میں کمی دونوں طرح ہو سکتی ہے اور شدتِ عذاب میں کمی کچھ وقت اور ہر وقت کے لیے بھی ہو سکتی ہے"۔

تخفیفِ عذاب کی صورتوں پر وارد اشکال کا دفعیہ

تخفیفِ عذاب کی دونوں صورتوں میں سے کسی بھی صورت کو جائز قرار دینے کی صورت میں قرآن مجید کی ان تمام آیات کے ذریعہ اشکال پیدا ہوتا ہے جن میں "لَا يُخَفَّفُ" کے الفاظ وارد ہیں۔ اس لیے کہ جب کسی کا عذاب دائمی نہ رہے بلکہ منقطع ہو جائے تو یہ انقطاعِ عذاب بذات خود ایک تخفیف ہے۔ اسی طرح اگر کسی کا عذاب تو دائمی ہو لیکن خفیف ہو تب بھی یہی اشکال پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تخفیفِ عذاب کا مفہوم سمجھ لیا جائے۔ چونکہ مفسرین نے عدمِ تخفیف کا مفہوم بیان کیا ہے اس لیے ہم عدمِ تخفیف کے ذریعہ تخفیف کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

مفسرین، عدمِ تخفیفِ عذاب کا مفہوم یہ بتاتے ہیں کہ ایک انسان کو جو عذاب ہو گا اس عذاب کے تمام اوقات ایک

دوسرے کے مشابہ ہوں گے اور ان تمام اوقات کا عذاب کیفیت میں عذاب کے کسی دوسرے وقت سے کم یا زیادہ نہیں ہو گا۔جس شدت کا عذاب ایک وقت میں ہو گا اسی شدت کا عذاب دوسرے وقت میں بھی ہو گا۔ اللباب في علوم الكتاب میں عدمِ تخفیف کی توضیح ان الفاظ میں کی گئی ہے:

عدم التخفِيفِ ، ومعناه أنّ العذابَ في الأوقاتِ كلِّها متشابهٌ؛ لا يكون بعضُه أقَلّ من بَعْضٍ .[5]

"عدمِ تخفیف کا معنی یہ ہے کہ تمام اوقات کا عذاب باہم تشابہ ہو گا،ایک دوسرے سے کم نہیں ہو گا"اسی طرح امام رازیؒ نے بھی عدمِ تخفیف کا یہی مفہوم بیان کیا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

عَدَمُ التَّخْفِيفِ، وَمَعْنَاهُ أَنَّ الَّذِي يَنَالُهُمْ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ فَهُوَ مُتَشَابِهٌ فِي الْأَوْقَاتِ كُلِّهَا، لَا يَصِيرُ بَعْضُ الْأَوْقَاتِ أَقَلَّ مِنْ بَعْضٍ،[6]

"عدمِ تخفیف سے مراد یہ ہے کہ جو عذاب ان کو ہو گا وہ تمام اوقات میں ایک دوسرے سے مماثل ہو گا،کسی وقت کا عذاب دوسرے وقت کے عذاب سے کم نہیں ہو گا"۔

مفسرین کی ذکر کردہ ان تعریفات کا تقاضا یہ ہے کہ عدمِ تخفیف کا مفہوم تب صادق آئے گا جب عذاب کے تمام اوقات کی کیفیت ایک دوسرے سے کم نہ ہو۔اور تخفیفِ عذاب کی صورت یہ ہو گی کہ عذاب کے تمام اوقات کی کیفیت باہم برابر نہ ہو بلکہ کمی بیشی متحقق ہو۔ان تصریحات سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ تخفیفِ عذاب کی ذکر کردہ دونوں صورتیں ممکن ہیں۔یعنی یہ بھی ممکن ہے کہ عذاب دائمی نہ ہو بلکہ منقطع ہو جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ عذاب دائمی تو ہو لیکن اس دائمی عذاب میں تخفیف ہو۔اس کی تفصیل و توضیح یہ ہے کہ جب کسی کا عذاب دائمی نہ ہو بلکہ منقطع ہو جائے تو عدمِ تخفیف کی مذکورہ بالا تعریف سے یہ اشکال لازم نہیں آتا کہ عذاب کے طے شدہ اوقات میں سے بعض اوقات کا عذاب کچھ دیگر اوقات کے عذاب کی بنسبت کم تھا بلکہ طے شدہ اوقات میں واقع ہونے والے عذاب کی شدت برقرار رہی اور جب مقررہ وقت ختم ہوا تو عذاب منقطع کر دیا گیا۔اسی طرح تخفیفِ عذاب کی دوسری صورت یعنی عذاب کا دائمی و غیر منقطع ہونا لیکن دوسرے کفار کے عذاب کی بنسبت خفیف ہونا ہے کہ جب ایک انسان کے عذاب کی کیفیت دوسروں کے عذاب کی بنسبت آغاز سے ہی خفیف طے کی گئی تو اس کو عذاب کے تمام اوقات میں ایک جیسا ہو گا اور عذاب کے تمام اوقات عذاب کی کیفیت میں ایک دوسرے کے مشابہ ہوں گے۔عذاب کا کوئی وقت کیفیتِ عذاب کے اعتبار سے،عذاب کے کسی دوسرے وقت سے کم ہو گا نہ زیادہ۔

موجباتِ عذاب

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بطورِ تمہید ایک نظر موجباتِ عذاب پر ڈال لی جائے تاکہ موجباتِ عذاب کی بنیاد پر یہ فیصلہ کیا جا سکے کہ کن موجباتِ عذاب کا تحقق کفار کے حق میں پایا گیا اور کن موجباتِ عذاب کا تحقق نہیں ہوا۔قرآن و حدیث میں بہت سے امور کو موجبِ عذاب قرار دیا گیا۔ان تمام امور کو احاطۂ شمار میں لانا ممکن نہیں۔ہم اپنی سہولت کی خاطر موجباتِ عذاب کو دو اقسام میں منقسم کرتے ہیں۔

ترکِ ایمان وارتکابِ کفر و شرک:

اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانا انسان کی اولین ذمہ داری ہے اور شرک کا ارتکاب عظیم ترین ظلم ہے۔انسان کا مقصدِ تخلیق ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اور عبادات میں سے اہم ترین عبادت اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار ہے۔قرآن کے آغاز میں ہی اللہ

تعالیٰ نے تمام انسانیت کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا ہے: يَاأَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ [7] (اے انسانو! اپنے رب کی عبادت کرو) یہی عبادت ہی انسان کا مقصدِ تخلیق ہے۔امام رازیؒ انسان کے مقصدِ تخلیق کی بابت لکھتے ہیں: أَنَّ الْخَلْقَ لَيْسَ إِلَّا لِلْعِبَادَةِ، فَالْمَقْصُودُ مِنْ إِيجَادِ الْإِنْسَانِ الْعِبَادَةُ [8] (تخلیق محض عبادت کے لیے ہوئی ہے،پس انسان کو ایجاد کرنے کا اہم مقصد عبادت ہے) عبادت ایک وسیع مفہوم رکھنے والا لفظ ہے جس میں توحید پر کار بند ہونا، شرک کی تردید، امتثالِ اوامر واجتنابِ نواہی سب شامل ہے۔علامہ قرطبیؒ آیت مذکورہ میں عبادت کے لفظ سے توحید کا مفہوم اخذ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: قَوْلُهُ تَعَالَى: "اعْبُدُوا" أَمْرٌ بِالْعِبَادَةِ لَهُ. وَالْعِبَادَةُ هُنَا عِبَارَةٌ عَنْ تَوْحِيدِهِ. [9] (اللہ تعالیٰ کے فرمان " اعْبُدُوا"میں عبادت کا حکم ہے اور عبادت کا لفظ اس مقام میں توحید سے عبارت ہے)

اس مقصدِ تخلیق کو پورا نہ کرنے اور اس فرض کو ادا نہ کرنے کی پاداش میں عذاب کی خبر متعدد آیات میں دی گئی ہے،ایک مقام پر ارشادِ باری ہے:وَمَنْ لَمْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا [10] "اور جو شخص اللہ اور رسول پر ایمان نہ لائے تو ہم نے کافروں کے لیے جہنم کو تیار کر رکھا ہے"۔

عذاب کا یہ موجب، دائمی موجب شمار کیا جاتا ہے اور ان جرائم میں مبتلا افراد کو مخلد فی النار گردانا جاتا ہے،علامہ ابن عاشورؒ ایسے مجرمین کے بارے میں رقمطراز ہیں:وَمِنْهُمُ الْخَالِدُونَ وَهُمُ الْمُشْرِكُونَ وَالْكُفَّارُ [11] "اور ان میں سے کچھ ہمیشہ ہمیشہ جہنم رہیں گے جو کفار و مشرکین ہیں"۔علامہ اندلسیؒ نے ایسے کفار و مشرکین کے خلود فی النار پر اجماع نقل کیا ہے،وہ لکھتے ہیں:الناس أربعة أصناف، كافر مات على كفره، فهذا مخلد في النار بإجماع،[12] "انسان چار قسم کے ہیں،وہ کافر جو کفر کی حالت میں مرا ہو،ایسا کافر ہمیشہ جہنم میں رہے گا بالاجماع"۔

ارتکابِ معاصی و عدمِ امتثالِ اوامر:

عذابِ اُخروی میں ابتلاء کی دوسری وجہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی و حکم عدولی اور اللہ کے اوامر کی اتباع نہ کرنا ہے۔متعدد آیاتِ قرآنیہ و احادیثِ نبویہ میں مختلف جرائم کے ارتکاب پر عذابِ جہنم کی وعید دی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ کی ہر قسم کی نافرمانی کو قرآن کی زبان میں عصیان و طغیان سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس عصیان کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے:

وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ [13] "اور جو شخص اللہ اور رسول کی نافرمانی کرے اور حدود سے تجاوز کرے تو اللہ ایسے شخص کو جہنم میں داخل کرے گا،وہ اس میں ہمیشہ رہے گا،اور اس کے لیے ذلیل ورسوا کرنے والا عذاب ہوگا"۔

مزید برآں قرآن و حدیث میں مختلف جرائم کی شناعت و قباحت کے پیشِ نظر ان کا خصوصی تذکرہ کر کے ان گناہوں کی ہلاکت خیزی کو بیان کیا گیا ہے۔مثلاً ایک مقام پر قتلِ مؤمن کو موجبِ عذابِ نار قرار دیتے ہوئے ارشادِ خداوندی ہے:

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا [14] "اور جو شخص کسی مؤمن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے وہ اس میں ہمیشہ رہے گا"۔

اسی طرح آپ ﷺ نے بھی مختلف گناہوں کو دخولِ نار کا سبب بتایا ہے۔مثلاً آپ ﷺ نے شرک، جادوگری، قتل، سود خوری، مالِ یتیم کھانے، جنگ سے پیٹھ پھیر کر بھاگنے اور پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے کو

ہلاکت خیز قرار دیتے ہوئے صحابہ کرام کو ان سے بچنے کی تلقین فرمائی۔[15]

اس موجبِ عذاب کی بابت اہل السنہ والجماعۃ کی رائے یہ ہے کہ اس کی وجہ سے ہونے والا عذاب دائمی نہیں بلکہ وقتی و عارضی ہوگا اور اللہ تعالیٰ مرتکبینِ کبیرہ کو اپنی رحمت نیز شفاعت کی وجہ سے جہنم سے خلاصی و چھٹکارا نصیب فرمائے گا[16]۔ صرف معتزلہ کی رائے یہ ہے کہ وہ مرتکبِ کبیرہ کو کافر قرار دیتے ہوئے مخلد فی النار قرار دیتے ہیں۔[17]

عذاب کے ان دونوں موجبات میں اشتراک کے باوجود کفار کے عذاب میں یکسانیت و توافق نہیں ہوتا بلکہ متعدد عوارض و اسباب کی بنیاد پر باہمی فرق آتا ہے اور بعض کفار کا عذاب بنسبت بعض دیگر کفار کے خفیف ہو جاتا ہے۔ اگلی سطور میں ہم انہی عوارض و اسباب کو جاننے کی کوشش کریں گے جن کی بنیاد پر کفار کا عذاب باہم مختلف ہو جاتا ہے۔

کفر و شرک کے ارتکاب کے باوجود تخفیفِ عذاب کی پہلی صورت (انقطاعِ عذاب)

جہاں تک تخفیفِ عذاب کی پہلی صورت یعنی انقطاعِ عذاب اور موجباتِ عذاب میں سے پہلے موجب یعنی ارتکابِ کفر و شرک کا تعلق ہے تو اس تخفیف کے قائلین میں ایک اہم نام علامہ ابنِ قیمؒ کا آتا ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب "حادی الارواح الی بلاد الافراح" میں اپنے مؤقف کو واضح کیا ہے اور تقریباً پچیس دلائل سے یہ واضح کیا کہ کفر و شرک کے ارتکاب کے باوجود کفار کا عذاب دائمی نہیں ہوگا بلکہ اس عذاب میں تخفیف بصورتِ انقطاع ہوگی۔

علامہ ابن قیمؒ کی رائے

علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے موجباتِ رحمت مقصود لذاتہ اور غالب ہیں اور موجباتِ غضب مقصود لغیرہ اور مغلوب ہیں۔ اس کی وضاحت اور تفصیل یہ ہے کہ نارِ جہنم کی تخلیق اس لیے ہوئی ہے کہ اس کے ذریعہ مؤمنین کو کچھ خوف دلایا جائے اور مجرمین گناہگاروں کو اس خبث و نجاست سے پاک کیا جائے جس کا انہوں نے اس عالم میں اکتساب کیا ہے۔ اگر انسان اسی عالم میں توبہ، نیک اعمال یا ایسے مصائب کے ذریعہ جو اعمال کا کفارہ بنتے ہیں، پاک ہو گیا تو عالمِ آخرت میں مزید تطہیر کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اور اگر کوئی نفسِ انسانی اس عالم میں پاک صاف نہیں ہوا اور اسی نجاست کے ساتھ دارِ آخرت میں پہنچ گیا تو اس نفس کی طہارت و پاکیزگی کی خاطر اس کو نارِ جہنم میں داخل کیا جائے گا۔

اس تمہید کے بعد یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو فطرتِ اسلام پر پیدا کیا ہے۔ دنیا میں آنے کے بعد جب انسان اس فطرتِ سلیمہ سے منحرف ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسی فطرتِ سلیمہ کی یاد دہانی کرانے کے لیے انبیاءؑ و رسل کو مبعوث فرماتا ہے۔ بعثتِ انبیاءؑ کے بعد اسی فطرتِ سابقہ کی وجہ سے کچھ لوگوں کو یہ توفیق ہو جاتی ہے کہ وہ پیغامِ انبیاءؑ کی صحت کو تسلیم کر لیتے ہیں اور یوں فطرت و شریعت کے درمیان موافقت و ہم آہنگی پیدا ہو جاتی ہے۔ فطرت و شریعت کا یہ توافق، خبث و نجاست کے اکتساب سے رکاوٹ بن جاتا ہے۔ جب کبھی اس نفس پر خبث و نجاست کا حملہ ہوتا ہے تو یہ نفس فطرت و شریعت کے ساتھ اس کا مقابلہ کر کے اس خبث و نجاست کے اثرات کو زائل کر دیتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ اپنے فیصلوں کے ذریعہ اس نفس کے لیے اس کی محبوب و مرغوب چیز یعنی ایمان کی تکمیل کر دیتا ہے اور فطرتِ سلیمہ کو مشوّش و پراگندہ کرنے والے آثار کو ختم کر دیتا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اقتضاء صحیح مقام پر وارد ہوتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کو قبول کرنے کی استعداد موجود تھی اور اس نفس میں اللہ کی رحمت کے تقاضے کو رد کرنے والی کوئی چیز نہ تھی۔

جہاں تک اشقیاء کی بات ہے تو وہ اپنی فطرت تبدیل کر لیتے ہیں ، فطرت کی جس ایمان ویقین پر تخلیق ہوئی تھی اس فطرت کو اس کی ضد کی طرف اس کو منتقل کر دیتے ہیں،ان کو نفوس میں فساد مستحکم ہو جاتا ہے اور تغییرِ نفوس کی تکمیل ہو جاتی ہے ان لوگوں نے اپنے نفوس کی تطہیر، عالمِ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی آیات اور نشاناتِ قدرت سے نہیں کی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے سزائیں مقرر کیں جو دنیاوی سزاؤں سے زیادہ ہیں، اب یہ سزائیں اس خبث و نجاست کو باہر نکالیں گی جس کا اخراج آگ کے بغیر ممکن نہیں تھا اور ان نفوس کی تطہیر کریں گی۔جب ان نفوس کی تطہیر ہو جائے گی، عذاب کا کوئی موجب باقی نہیں رہے گا تو عذاب کا ازالہ ہو جائے گا۔اب ان نفوس کے لیے بھی اللہ کی رحمت کا مقتضی رہ جائے گا جبکہ اس کے مقابل عذاب کا کوئی مقتضی باقی نہیں رہے گا۔

علامہ ابن قیمؒ کی رائے پر وارد اشکال اور اس کا دفعیہ

اگر اس پر کوئی اعتراض کرے کہ عذاب کے سبب کا ازالہ تو تب ہی ممکن ہے جب کہ سبب عارضی ہو جیسے کہ موحدین کے گناہ عذاب کا سبب ہیں لیکن یہ اسباب عارضی ہیں۔جب سبب لازم ہو جیسے کہ کفر و شرک تو ایسے سبب کا اثر زائل نہیں ہوتا۔ مختلف آیات قرآنیہ سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے ،مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے : وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَى فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَى وَأَضَلُّ سَبِيلًا [18] اس آیت میں اللہ تعالیٰ خود یہ خبر دے رہے ہیں کہ ان کی گمراہی وضلالت دائمی اور غیر زائل ہے،جب گمراہی وضلالت غیر زائل اور دائمی ہے تو اس کا اثر یعنی عذاب بھی دائمی اور غیر زائل ہو گا۔کبھی منقطع نہیں ہو گا۔

اس اعتراض کے بارے میں علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

یہ اعتراض قوی ترین ہے اور یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ عذاب کا دار و مدار سبب پر ہے اگر سبب دائمی ہے تو عذاب بھی دائمی ہو گا نیز اس بات میں بھی کوئی شک نہیں کہ یہ لوگ آخرت میں بھی اسی طرح ضلالت و گمراہی میں ہوں گے جس طرح دنیا میں تھے،ان کے باطن آخرت میں بھی خبیث ہوں گے۔ لیکن قابلِ تحقیق بات یہ ہے کہ یہ کفر، شرک اور خبثِ باطن امرِ ذاتی ہے جس کا ازالہ ممکن نہ ہو یا عارضی ہے جو فطرتِ سلیمہ پر طاری ہوا ہے اور ازالہ کے قابل نہیں؟

ایسی کوئی دلیل قرآن و حدیث میں موجود نہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ یہ امرِ ذاتی اور نا قابلِ زوال ہے۔خود اللہ نے قرآن مجید میں یہ خبر دی ہے کہ اللہ نے تمام انسانوں کو فطرتِ اسلام پر پیدا کیا ہے، شیاطین نے انسانوں کو گمراہ کیا اور ان سے فطرتِ سلیمہ کو چھین لیا۔اللہ تعالیٰ نے ان کو کفر و شرک پر پیدا نہیں کیا۔جب ان کی اصل فطرتِ سلیمہ اور دینِ اسلام ہے جو کفر و شرک کے ذریعہ قابلِ زوال ہے تو اس باطل کفر و شرک کا زوال اس کی حق ضد کے ذریعہ بطریقِ اولیٰ ممکن ہو گا۔[19]

کفر و شرک کے ارتکاب کے باوجود تخفیفِ عذاب کی دوسری صورت (تخفیفِ عذاب)

جہاں تک کفر و شرک کے ارتکاب کے باوجود کفار کے لیے تخفیفِ عذاب کی دوسری صورت یعنی کسی ایک کافر کے عذاب کا دوسرے کفار کے عذاب کی بنسبت خفیف ہونے کا تعلق ہے تو اس کے متعدد اسباب ہیں، جن کا ہم الگ الگ عنوان کے تحت مطالعہ کریں گے۔

بعض معاملات میں حجت قائم نہ ہونا:

مؤاخذہِ الٰہی کا ایک اٹل قانون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی کو عذاب اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک حجت

قائم نہ ہو جائے۔اس قانون کا بیان قرآن مجید میں ان الفاظ کے ساتھ کیا گیا ہے: وَما كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا [20]
ترجمہ: ہم اس وقت تک عذاب نہیں دیتے جب تک رسول نہ بھیج دیں۔

آیت مذکورہ میں عذاب کو بعثتِ رسول کے ساتھ معلق کیا گیا ہے لہٰذا امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے بعثتِ انبیاءؑ سے قبل اتمامِ حجت نہیں ہوتا اور بعثتِ انبیاءؑ سے قبل کفر و شرک موجبِ عذاب نہیں۔امام ابو حنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ شرعی امور، جن کا ادراک عقل سے ممکن نہیں ہوتا مثلاً نماز، روزہ و دیگر عبادات کا مؤاخذہ بعثتِ انبیاءؑ کے بعد ہوگا لیکن جن امور کا ادراک عقل کے ذریعہ ممکن ہے مثلاً توحید اور مشاہدۂ معجزات کے بعد نبوت کا اقرار وغیرہ کا مؤاخذہ عقل پر موقوف ہوگا۔[21] البتہ ماتریدیہ میں سے ہی بخاریٰ کے فقہاءؒ نے اتمامِ حجت کے اس مسئلہ میں اشاعرہ کی موافقت کی ہے اور عقل کے بجائے نقل کو موجبِ عذاب قرار دیا ہے۔اس موافقت کا ذکر علامہ ابن عابدینؒ نے فتاویٰ شامیہ میں کیا ہے۔[22] اتمامِ حجت کے اس قانون کی بنیاد پر بھی عذابِ اُخروی میں تخفیف ہوتی ہے اس لیے کہ جہاں یہ ممکن ہے کہ کسی کافر پر تمام معاملات میں حجت کا اتمام ہوا ہو اور وہ کافر عذاب سے بالکلیہ مستثنیٰ ہو، وہیں اس بات کا بھی قوی امکان ہے کہ کسی کافر پر بعض معاملات کی بابت اتمام حجت ہوا ہو اور کچھ دیگر معاملات کے بارے اتمامِ حجت نہ ہوا ہو۔اب اس سے مؤاخذہ بھی صرف انہی معاملات کا ہوگا جن کے بارے میں حجت کا اتمام ہوا ہوگا۔علامہ ابن تیمیہؒ اس بابت رقمطراز ہیں: فَمَنْ بَلَغَهُ بَعْضُ الْقُرْآنِ دُونَ بَعْضٍ قَامَتْ عَلَيْهِ الْحُجَّةُ بِمَا بَلَغَهُ دُونَ مَا لَمْ يَبْلُغْهُ [23] "پس جس شخص تک قرآن کا کچھ حصہ پہنچا تو اس پر اسی کے بقدر اتمامِ حجت ہوگا"۔

یوں اس کے عذاب میں ان کفار کے عذاب کی بنسبت تخفیف ہو جائے گی جن پر تمام معاملات کے سلسلے میں اتمامِ حجت ہوا ہوگا۔

مراتبِ تبلیغ میں تفاوت:

اگرچہ کفار ارتکابِ کفر و شرک میں مشترک ہیں تو اس وجہ سے بھی ان کا عذاب باہم مختلف ہو سکتا ہے کہ ان کا مرتبۂ تبلیغ مختلف ہو اور ان سب کو ایک جیسی تبلیغ نہ ہوئی ہو۔یہ ایک حقیقت ہے کہ تمام کفار کو اسلام کی تبلیغ ایک درجہ کی نہیں ہوئی بلکہ مراتبِ تبلیغ میں کفار باہم متفاوت ہیں۔تبلیغ کا ایک مرتبہ وہ ہے جو ان کفار کے لیے ہے جو آپ ﷺ کی زندگی میں موجود تھے، جنہوں نے قرآن اترتے دیکھا، جنہوں نے آپ ﷺ کے بیسیوں معجزات کو جاگتی آنکھوں سے دیکھا، جنہوں نے بدر و اُحد میں نصرتِ غیبی کا مشاہدہ کیا لیکن اس سب کے باوجود وہ راہِ حق سے منحرف رہے۔ایک مرتبۂ تبلیغ وہ ہے جو خود آپ ﷺ کے زمانہ میں دور دراز کے علاقوں میں مقیم کفار کے لیے ہے۔ایک مرتبۂ تبلیغ آج کے زمانہ کے کفار کے لیے ہے۔حقیقت یہ ہے کہ ان مراتبِ تبلیغ کو احاطۂ شمار میں لانا مشکل ہے۔مراتبِ تبلیغ میں تفاوت کا لازمی نتیجہ مراتبِ کفر میں تفاوت کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔علامہ سبکیؒ مراتبِ کفر میں تفاوت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

هُمْ دَرَكَاتٌ بَعْضُهُمْ أَقْوَى عَذَابًا مِنْ بَعْضٍ فَأَصْحَابُ الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ أَزْيَدُ عَذَابًا مِمَّنْ فَوْقَهُمْ؛ لِأَنَّ مَرَاتِبَ الْكُفْرِ مُتَفَاوِتَةٌ،[24]

(ان کے مختلف درجات ہیں، بعض کا عذاب قوی ہوگا بنسبت بعض دیگر کفار کے۔نچلے طبقے والے کفار کا عذاب فوقانی طبقات کی بنسبت زیادہ ہوگا اس لیے کہ کفر کے درجات مختلف ہیں)

مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے حوالے سے اس بابت رقمطراز ہیں:

تبلیغ کے مراتب بھی متفاوت ہیں، ایک تبلیغ ابو بکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ کو ہوئی، ایک تبلیغ مثلاً عام صحابیوںؓ کو ہوئی، پھر یوں ہی تابعین، تبع تابعینؒ کو ہوتی ہوئی مثلاً ہم جیسوں تک پہنچی۔ بلا شبہ ہمیں بھی تبلیغ ہوئی، لیکن جیسی ابو بکرؓ و عمرؓ جیسے رفقائے کار کو ہوئی ہماری تبلیغ کی نوعیت وہ نہیں ہو سکتی۔ یہ تو ایمان والوں کا حال ہوا، پھر جنہوں نے انکار کیا ان میں ایک انکار ابو جہل کا ہے اور ایک انکار فرض کرو ہندوستان کے کسی دیہاتی ہندو گنوار کا ہے۔ ظاہر ہے کہ تبلیغ کے لحاظ سے ان دونوں کا درجہ بھی ایک نہیں ہے۔ یہ تو پہلا مقدمہ ہوا۔ دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ مؤاخذۂ الٰہی کے مراتب بھی متفاوت ہیں، یعنی جس درجے کی تبلیغ جس کسی کو کوئی ہے اسی درجے کا مؤاخذہ بھی اسی سے ہوگا۔[25]

ہدایت کے اسباب کا فقدان

اگر کوئی انسان گمراہ ہے لیکن اس کی گمراہی کا سبب ہدایت کے اسباب کا فقدان ہے تو باوجود گمراہ ہونے کے ایسے شخص پر عذاب کی تخفیف ہوگی۔ قرآن مجید میں اس طرف ایک لطیف اشارہ کیا گیا ہے اور گمراہی کو دو اقسام میں منقسم فرمادیا ہے، ایک گمراہی تو وہ ہے جو موجبِ عذابِ نار ہے اور دوسری گمراہی وہ ہے جو موجبِ عذاب نار نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ [26] (نہ ان لوگوں کی راہ پر جن پر تیرا غصہ ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے) آیت مذکورہ میں گمراہی کو دو اقسام میں منقسم فرمادیا گیا ہے۔ پہلی قسم کی گمراہی وہ ہے جس میں ہدایت کے اسباب پائے جانے کے باوجود انسان ہدایت اختیار نہیں کرتا اور راہِ حق سے جانتے بوجھتے اجتناب کرتا ہے۔ گمراہی کی دوسری قسم تب پائی جاتی ہے جب ہدایت کے اسباب کا فقدان ہو۔ ہدایت کے اسباب کا فقدان متعدد عوامل کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ایسے عوامل کو ان الفاظ میں بیان فرمایا! أَرْبَعَةٌ يَحْتَجُّونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ أَصَمُّ وَرَجُلٌ أَحْمَقُ وَرَجُلٌ هَرِمٌ وَرَجُلٌ مَاتَ فِي الْفَتْرَةِ [27] آپ ﷺ نے فرمایا! چار اشخاص روزِ قیامت حجتیں پیش کریں گے، بہرہ، احمق، بوڑھا اور دو انبیاءؑ کے درمیانہ وقفہ میں فوت ہونے والا۔

ایسے انسانوں کی بابت سید مناظر احسن گیلانیؒ لکھتے ہیں:

بہر حال 'ضلالت' اور گمراہی کی ایک تو سزائی شکل ہے۔ دوسری شکل قرآن ہی سے "ضلالت" کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہدایت کی راہ کسی کو نہ مل سکی۔۔۔۔۔۔ اور یہ کوئی جرم نہیں بلکہ ہدایت کے اسباب کے فقدان کا قدرتی نتیجہ ہے۔[28]

حیاتِ برزخی کی طوالت

انسان کے مرنے سے ہی اس کی حیاتِ برزخی کا آغاز ہو جاتا ہے۔ اور اس حیاتِ برزخی میں جزا و سزا کا سلسلہ بھی جاری ہو جاتا ہے۔ عذابِ قبر حق ہے اور اہل السنۃ والجماعۃ کا متفقہ عقیدہ ہے۔[29] اب یہ عذابِ قبر اور حیاتِ برزخی کا ابتلاء بھی عذابِ اخروی میں تخفیف کا ایک سبب ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کی موت سے ہی انسان کی تطہیر کا عمل شروع ہو جاتا ہے اور انسان کو ان تمام نجاسات سے پاک صاف کیا جاتا ہے جن کے ساتھ ہوتے ہوئے جنت کا دخول ممنوع ہوتا ہے۔ حیاتِ برزخی ہر انسان کی الگ الگ ہے۔ کسی کی بہت طویل، کسی کی متوسط اور کسی کی مختصر ہے۔ ایک انسان ایسا ہے جس کی موت حضرت آدمؑ کے زمانہ میں ہوئی۔ اس انسان کی حیاتِ برزخی کا آغاز اس وقت سے ہو گیا۔ دوسرا انسان ایسا ہے جس کی موت موجودہ دور میں ہوئی، اس

کی حیاتِ برزخی کا موجودہ دور سے آغاز ہوا ہے۔ تیسرا انسان ایسا ہے جس کی ابھی پیدائش بھی نہیں ہوئی۔ آنے والے زمانہ میں اس کی پیدائش ہو گی اور پھر اپنی مقررہ زندگی گزارنے کے بعد اس کی وفات ہو گی اور پھر اس کی حیاتِ برزخی کا آغاز ہو گا۔ اب ان تینوں کی حیاتِ برزخی میں تینوں کی تطہیر ہو گی لیکن حیاتِ برزخی کی طوالت مختلف ہونے کی وجہ سے تطہیر برابر نہیں ہو گی۔ سب سے پہلے انسان کی تطہیر زیادہ ہو گی، دوسرے اور تیسرے انسان کی تطہیر علی الترتیب کمی بیشی کے ساتھ ہو گی۔ ممکن ہے کہ ایک انسان کی حیاتِ برزخی اس قدر طویل ہو کہ اس کی تطہیر کا عمل حیاتِ برزخی میں مکمل ہو جائے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ اس انسان کا عذابِ اُخروی منقطع ہو جائے گا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر دو انسان ایسے ہوں جن کے استحقاقِ عذاب کے اسباب مکمل طور پر برابر ہوں اور وہ دونوں برابر عذاب کے مستحق ہوں لیکن ایک کی حیاتِ برزخی کی طوالت کی وجہ سے اس کی تطہیر کا عمل دوسرے انسان کی حیاتِ برزخی کے اختصار کی وجہ سے زیادہ ہو جائے تو دونوں کا عذاب برابر نہیں ہو گا بلکہ پہلے شخص کے عذاب میں تخفیف ہو جائے گی۔ علامہ محمد عبد الرحمان مبارکپوریؒ شرح ترمذی میں عذابِ قبر کو کفارہ ذنوب قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

(فإن نجا) أي خلص المقبور (منه) أي من عذاب القبر (فما بعده) أي من المنازل (أيسر منه) أي أسهل لأنه لو كان عليه ذنب لكفر بعذاب القبر[30] "پس اگر مدفون انسان عذابِ قبر سے محفوظ ہو گیا تو بعد کی منازل آسان ہوں گی اس لیے کہ اگر اس پر کوئی گناہ ہو گا تو عذابِ قبر اس کے لیے کفارہ بن جائے گا"۔

ارتکابِ معاصی و عدمِ امتثالِ اوامر میں اشتراک کے باوجود تخفیفِ عذاب

کچھ اسباب و عوارض ایسے بھی ہیں جن کی بنیاد پر کفار کے مرتکبِ معاصی ہونے کے باوجود باہمی عذاب میں تفاوت پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن یہاں یہ بات ابتداء سے ملحوظ رہے (جس کا ہم آگے چل کر تذکرہ کریں گے) کہ وہ کفار جن کے عذاب کا موجِب ارتکابِ معاصی و عدمِ امتثالِ اوامر ہے ان کفار کے عذاب کے دو گونہ اسباب ہیں۔ ایک سبب ارتکابِ کفر و شرک اور دوسرا سبب ارتکابِ معاصی و عدمِ امتثالِ اوامر۔ چونکہ نفسِ کفر و شرک میں اشتراک پایا جاتا ہے تو کفر و شرک کی وجہ سے ہونے والے عذاب میں یکسانیت و توافق ہو گا اور اس عذاب میں تفاوت نہیں ہو گا بشرطیکہ کفر و شرک میں اشتراک کے باوجود تخفیفِ عذاب کے مذکورہ بالا اسباب میں سے کسی سبب کا تحقق نہ ہوا ہو۔ البتہ مندرجہ ذیل اسباب کی وجہ سے گناہوں کی وجہ سے ہونے والے عذاب میں تخفیف ہو جائے گی اور عذاب باہم مختلف و متفاوت ہو جائے گا۔ اگلی سطور میں ہم ایسے ہی چند عوارض و اسباب کا تذکرہ کریں گے۔

قیامِ حد

اسلامی فقہ میں یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ کفار، حالتِ کفر میں صرف ایمان لانے کے مکلّف ہیں یا ایمان کے ساتھ ساتھ اعمال کے بھی مکلّف ہیں؟ اس بابت دونوں طرح کے اقوال ہیں۔ اس اختلاف کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جن حضرات کے نزدیک کفار، شریعتِ اسلامی کے فروعات کے بھی مخاطب و مکلّف ہیں۔ ان کی رائے کہ مطابق ایک کافر کا عذابِ اخروی صرف ایمان کے ترک کی وجہ سے نہیں ہو گا بلکہ اس عذاب کا سبب ترکِ ایمان کے ساتھ ساتھ ترکِ اعمالِ صالحہ وارتکابِ نواہی و محرمات بھی ہو گا۔ جن حضرات کی رائے صرف ایمان کے مکلّف و مخاطب ہونے کی ہے ان کے نزدیک کفار کا مؤاخذہ محض ایمان کے ترک کے سبب ہو گا۔ نماز، روزہ وغیرہ دیگر اعمال کے ترک کے سبب ان کفار کا مؤاخذہ نہیں ہو گا اس لیے کہ یہ کفار

اعمال کے مکلّف نہیں 31۔یہ بات تو مسلم ہے کہ ایک مؤمن پر جب حد جاری کی جاتی ہے تو وہ مؤمن اس جُرم کی اُخروی سزا سے بری ہو جاتا ہے۔شافعیہؒ اور حنابلہ کی رائے یہ ہے کہ کفار فروعات کے بھی مکلّف ہیں اور فروعات کا مکلّف ہونے کی وجہ سے اگر کفار میں سے کسی نے ایسے جرم کا ارتکاب کیا جس کا ارتکاب انسان کو حد کا مستحق بناتا ہو تو کافر پر بھی حد جاری کی جائے گی ،اور اس اجراءِ حد کی وجہ سے اس کے اخروی عذاب میں تخفیف ہو جائے گی۔علامہ جزیریؒ لکھتے ہیں:

الشافعية والحنابلة - قالوا: يقام الحد على اليهودي كغيره من النصارى والذميين والمستأمنين وذلك لأنهم مخاطبون بفروع الشريعة خصوصاً إذا رفعت دعواهم إلينا، ولأن إقامة الحد يخفف عنهم العذاب يوم القيامة،[32]

"شافعیہ اور حنابلہ کی رائے یہ ہے کہ یہودیوں پر حد کا اجراء کیا جائے گا جیسے کہ عیسائیوں ،ذمیوں وغیرہ پر حد جاری کی جاتی ہے۔اس لیے کہ وہ شریعت کی فروعات کے مخاطب ہیں بالخصوص اس وقت جب ان کے معاملات مسلمانوں کے سامنے پیش کیے جائیں،اور اس وجہ سے (بھی حد جاری کی جائے گی) حد کے اجراء سے روزِ قیامت ان کے عذاب میں تخفیف ہو جائے گی"۔

ادائیگیِ واجبات و اجتنابِ محرمات:

کفار کے عذاب میں باہمی تفاوت کا ایک سبب ادائیگیِ واجبات اور محرمات سے اجتناب بھی ہے۔اس کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ یہ بات اگرچہ مختلف فیہ ہے کہ کفار شریعت کی فروعات مخاطب ہیں یا نہیں ؟اس اختلاف کا اصل سبب یہ ہے کہ طاعات و عبادات کی ادائیگی کے لیے نیت و ارادہ شرط ہے اور کفار اس کے اہل نہیں۔لیکن اجتنابِ محرمات کے لیے نیت شرط نہیں ،اسی طرح کئی واجبات بھی ایسے ہیں جن کی ادائیگی کے لیے نیت شرط نہیں ،مثلاً قرض ادا کرنا،امانت واپس کرنا، غصب شدہ اور عاریۃً لی ہوئی چیز اصلی مالک تک پہنچانا وغیرہ۔ممکن ہے ایک کافر ایسا ہو جس نے اپنی زندگی میں اس قسم کے واجبات کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ محرمات سے اجتناب بھی کیا ہو جبکہ دوسری طرف ایک ایسا کافر ہو جس نے کفر کے ساتھ ساتھ نہ ادائیگیِ واجبات کی ہو اور نہ محرّمات سے اجتناب کیا ہو،ایسی صورت میں ان دونوں کے عذاب میں باہمی تفاوت ہو گا اور اوّل الذکر کا عذاب مؤخر الذکر کی بنسبت خفیف ہو گا۔علامہ سبکیؒ اس بابت لکھتے ہیں:

وَأَمَّا الْوَاجِبَاتُ الَّتِي لَا يُشْتَرَطُ فِيهَا نِيَّةُ الْقُرْبَةِ كَأَدَاءِ الدُّيُونِ وَالْوَدَائِعِ وَالْعَوَارِيّ وَالْغُصُوبِ وَالْكَفَّارَاتِ إذَا غَلَبَ فِيهَا شَائِبَةُ الْغَرَامَاتِ وَاجْتِنَابُ الْمُحَرَّمَاتِ وَكُلُّ ذَلِكَ يُمْكِنُ أَنْ يَقَعَ مِنْهُمْ فَإِذَا فَعَلُوا هَذِهِ الْوَاجِبَاتِ لَمْ يُعَذَّبُوا فِي الْآخِرَةِ عَلَى تَرْكِهَا إذْ لَا تَرْكَ مِنْهُمْ لَهَا، وَإِذَا اجْتَنَبُوا الْمُحَرَّمَاتِ لَمْ يُعَذَّبُوا عَلَى ارْتِكَابِهَا إذْ لَمْ يَرْتَكِبُوهَا[33]

"اور وہ واجبات جن کی دائیگی کے لیے نیت شرط نہیں جیسے قرض ادا کرنا،امانت و غصب اور عاریہ کی چیزیں واپس کرنا،اور وہ کفارات ادا کرنا جن میں تاوان کی جہت غالب ہو نیز محرمات سے اجتناب کرنا کفار سے ان تمام کا وقوع ممکن ہے پس جب انہوں نے یہ واجبات ادا کیے تو ان واجبات کے ترک کا عذاب ان پر نہیں ہو گا،اور جب انہوں نے محرمات سے اجتناب کیا تو انہیں ارتکابِ محرمات کا عذاب بھی نہیں ہو گا"۔

جود و سخاء

کفار کے عذاب میں تخفیف کے ایک خاص سبب جس کا مستقل تذکرہ ملتا ہے کافر کا فیاض و سخی ہونا ہے۔اس بابت

صاحب روح البیان نے دو احادیث نقل کی ہیں۔ایک حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی سخی کافر کو جہنم میں بھیجنے کا حکم کریں گے تو جہنم کے نگران فرشتہ مالک سے فرمائیں گے کہ اس کو عذاب دو اور اس کی دنیاوی سخاوت کے بقدر اس کے عذاب میں تخفیف کرو۔دوسری حدیث سے اس مضمون کی تائید ہوتی ہے کہ جب آپ ﷺ معراج کے سفر پر تشریف لے گئے تو جہنم میں ایک شخص کو دیکھا جس کو آگ نہیں چھو رہی تھی۔آپ ﷺ نے حضرت جبرائیلؑ سے اس بابت استفسار فرمایا تو جبرائیلؑ نے فرمایا! یہ حاتم طائی ہے، جس سے اللہ تعالیٰ نے فیاضی وسخاوت کی بدولت عذاب دور فرمادیا ہے۔[34]

کافر کے نیک اعمال

اب ہم اپنی تحقیق کا رُخ اس سوال کی طرف پھیرتے ہیں کہ کیا کافر کے اعمالِ صالحہ مثلاً عدل واحسان، صداقت و دیانت وغیرہ کافر کے حق میں کسی طرح مفید ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ اگر مفید ہیں تو اس افادہ کی صورت کیا ہے؟ اعمالِ صالحہ سے کافر کا مستفید ہونا ایک اختلافی معاملہ ہے، اور اس اختلاف کی بنیاد قرآنی نصوص ہیں۔قرآنی نصوص میں اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر اعمالِ صالحہ سے مستفید ہونے کا تذکرہ کیا ہے۔کچھ نصوص ایسی ہیں جن میں اعمالِ صالحہ سے مستفید ہونے کے لیے ایمان کی شرط نہیں ہے، مثلاً «فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره» (جس نے ذرہ برابر نیکی کی وہ اس کا اجر پالے گا) متعدد مفسرین نے اس آیت کی بناپر یہ فرمایا ہے کہ کافر کے نیک اعمال کافر کے لیے مفید ہیں، کیونکہ قرآن مجید کی یہ آیت بغیر شرطِ ایمان، فائدہ کا استحقاق بتارہی ہے۔لیکن انہی مفسرین نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ یہ فائدہ بصورتِ ثواب نہیں ہوگا بلکہ یہ فائدہ بصورتِ تخفیفِ عذاب و عقاب ہوگا۔علامہ شربینیؒ فرماتے ہیں: لا اعتداد بأعمال الكفار في استحقاق الثواب وإنما المتوقع عليها تخفيف العذاب.[35] ''کافر کے نیک اعمال استحقاقِ ثواب کے لیے کارآمد نہیں ہیں، ان نیک اعمال پر صرف تخفیفِ عذاب کی توقع ہے۔'' علامہ بیضاویؒ کی بیان کردہ تفسیر سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔[36] صاحب دلیل الفالحین ایک مقام پر لکھتے ہیں: وإحسان الكافر لا يكسبه ثواباً، وإنما يتوقع بها تخفيف العقاب[37] (کافر کے نیک اعمال ثواب حاصل نہیں کرتے بلکہ اس پر تخفیفِ عذاب کی توقع کی جاتی ہے)

جبکہ کچھ دیگر نصوص میں اعمالِ صالحہ سے استفادہ کے لیے ایمان کی شرط لگائی ہے۔مثلاً ارشادِ باری تعالیٰ ہے: {من عمل صالحاً من ذكر أو أنثى وهو مؤمن}[38] ترجمہ: جو کوئی نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت، اس حالت میں کہ وہ مؤمن ہو۔

اسی طرح حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ سے استفسار کیا کہ ابن جدعان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ وہ زمانۂ جاہلیت میں بھی صلہ رحمی کیا کرتا تھا اور مساکین و یتامیٰ کو کھانا کھلایا کرتا تھا، کیا یہ نیکیاں اس کو فائدہ دیں گی تو آپ ﷺ نے واضح طور پر فرمایا! نہیں، وہ ایک دن بھی اللہ تعالیٰ سے معافی کا طلبگار نہیں ہوا۔[39] اس آیت اور اس جیسی دیگر آیات جن میں اعمالِ صالحہ سے مستفید ہونے کے لیے ایمان کی شرط مذکور ہے کی بناپر متعدد مفسرین نے یہ فرمایا ہے کہ مطلق نصوص کو ان مقید نصوص کی بنیاد پر خاص کیا جائے گا۔

ان دونوں اقوال میں تطبیق اس طرح قائم کی گئی ہے کہ کافر کو ہونے والا عذاب دو طرح کا ہے، ایک عذاب تو وہ ہے جس کا سبب اس کا کفر و شرک ہے۔کفر و شرک کی بنیاد پر ہونے والے عذاب میں کچھ تخفیف نہیں ہوگی۔دوسرا عذاب وہ ہے

جس کا سبب اس کے اعمالِ بد ہیں۔ بداعمالیوں کی وجہ سے ہونے والے عذاب میں ان نیک اعمال کی بنیاد پر تخفیف ہو جائے گی جو اس نے زندگی میں کیے ہوں گے۔ حافظ بیہقی نے البعث والنشور میں اس تطبیق کی تصریح کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

وَقَدْ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ الْحَدِيثُ مَا وَرَدَ مِنَ الْآيَاتِ وَالْأَخْبَارِ فِي بُطْلَانِ خَيْرَاتِ الْكَافِرِ إِذَا مَاتَ عَلَى كُفْرِهِ، وَرَدَ فِي أَنَّهُ لَا يَكُونُ لَهَا مَوْقِعُ التَّخْلِيصِ مِنَ النَّارِ وَإِدخالِ الْجَنَّةِ، لكِنْ يُخَفَّفُ عَنْهُ مِنْ عَذَابِهِ الَّذِي يَسْتَوْجِبُهُ عَلَى جِنَايَاتٍ ارْتَكَبَهَا سِوَى الْكُفْرِ بِمَا فَعَلَ مِنَ الْخَيْرَاتِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ.[40]

"ممکن ہے کہ کافر کے نیک اعمال کے بطلان کی بابت وارد احادیث میں بطلان کا مقصود یہ ہو کہ یہ نیک اعمال دخولِ جنت اور جہنم سے چھٹکارا پانے کے سلسلہ میں مؤثر نہ ہوں۔ لیکن کافر کے اُس عذاب میں تخفیف ہو جائے جس کا وہ اُن بد اعمالیوں کی وجہ سے مستحق ہو جو کفر کے علاوہ ہیں"۔ علامہ نوویؒ نے بھی اسی جواب کی تائید کی ہے۔[41]

نتائج البحث:

1. کفر و شرک میں اشتراک کے باوجود کفار کے عذاب میں باہمی تفاوت ہے اور متعدد اسباب و عوارض کی بنیاد پر ایک کافر کا عذاب بنسبت دوسرے کافر کے عذاب کے خفیف ہو سکتا ہے۔
2. کفر و شرک میں اشتراک کے باوجود عذاب میں تخفیف پیدا کرنے والے اسباب میں ہدایت کے اسباب کا فقدان، مراتبِ تبلیغ میں تفاوت، بعض معاملات میں حجت کا قائم نہ ہونا اور حیاتِ برزخی کی طوالت شامل ہے۔
3. نیز کچھ اسباب ایسے بھی ہیں جن کی وجہ سے کفار کو ارتکابِ معاصی و عدمِ امتثال اوامر کی بنیاد پر ہونے والے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ ان اسباب میں کسی کافر پر ارتکابِ معاصی کی پاداش میں اسلامی سزا کا نفاذ، اعمالِ صالحہ کا پایا جانا، کسی کافر کا فیاض و سخی ہونا اور ایسے واجبات کی ادائیگی جن کی ادائیگی کے لیے نیت شرط نہ ہو نیز محرمات سے اجتناب شامل ہے۔
4. البتہ یہ اسباب، عذاب کے پہلے موجب یعنی کفر و شرک کے ارتکاب سے ثابت شدہ عذاب میں تخفیف ثابت نہیں کرتے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی و حوالہ جات

1 رازی، ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین، مفاتیح الغیب = التفسیر الکبیر، (دار إحیاء التراث العربی – بیروت، الطبعۃ الثالثۃ 1420ھ) 3:568۔

2 شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر، حَاشِيةُ الشِّهَابِ عَلَى تفْسيرِ البَيضَاوِي، (دار صادر بیروت) 4:165۔

3 غامدی، احمد بن عطیہ، الإیمان بین السلف والمتکلمین، (مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ، الطبعۃ: الأولی، 1432ھ) 145۔
4 الرازی، فخر الدین، محمد بن عمر بن الحسن، مفاتیح الغیب (دار إحیاء التراث العربی –بیروت، ۱۴۲۰ھ) ۳: ۵۹۴۔
5 ابو حفص سراج الدین عمر بن علی بن عادل، اللباب فی علوم الکتاب (دار الکتب العلمیۃ- بیروت/لبنان، ۱۴۱۹ھ) 113:3۔
6 رازی، ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین، مفاتیح الغیب = التفسیر الکبیر، (دار إحیاء التراث العربی – بیروت، الطبعہ الثالثۃ 1420ھ) 144:4۔
7 القرآن، البقرہ: 21۔
8 الرازی، فخر الدین، محمد بن عمر بن الحسن، مفاتیح الغیب (دار إحیاء التراث العربی –بیروت، ۱۴۲۰ھ) 192:28۔
9 قرطبیؒ، ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح، الجامع لأحکام القرآن (دار الکتب المصریۃ –القاہرۃ الطبعۃ: الثانیۃ، 1384ھ) 225:1۔
10 القرآن، الفتح: 13۔
11 ابن عاشور، محمد الطاہر بن محمد بن محمد الطاہر، التحریر والتنویر (الدار التونسیۃ للنشر –تونس، 1984) 165:12۔
12 الاندلسی، ابو محمد عبد الحق بن غالب بن عبد الرحمٰن، المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز (دار الکتب العلمیۃ –بیروت، الطبعۃ: الأولی - 1422ھ) 64:2۔
13 القرآن، النساء: 14۔
14 القرآن، النساء: 93۔
15 سجستانی، ابو داود سلیمان بن الأشعث بن إسحاق، سنن ابی داود (المکتبۃ العصریۃ، صیدا –بیروت) 115:3 رقم: 2874۔
16 ابن ابی زمنین، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن عیسی بن محمد المری، اصول السنۃ (مکتبۃ الغرباء الأثریۃ، المدینۃ النبویۃ، الطبعۃ: الأولی، 1415ھ) 180۔
17 اسفرائینی، ابو منصور، عبد القاہر بن طاہر بن محمد، الفرق بین الفرق وبیان الفرقۃ الناجیۃ (دار الآفاق الجدیدۃ –بیروت، الطبعۃ: الثانیۃ، 1977) 94۔
18 القرآن، الاسرأ: 72۔
19 ابن قیم، محمد بن ابی بکر بن ایوب، حادی الأرواح إلی بلاد الأفراح (مطبعۃ المدنی، القاہرہ) 367۔
20 القرآن، الاسراء: 15
21 مظہری، محمد ثناء اللہ، التفسیر المظہری (مکتبہ الرشیدیہ، پاکستان، الطبعہ 1412ھ) 421:5۔
22 ابن عابدین، محمد امین بن عمر بن عبد العزیز، رد المختار علی الدر المختار (دار الفکر، بیروت، 1412ھ) 185;3۔
23 ابن تیمیہ، ابو العباس احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام، الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح (دار العاصمۃ، السعودیۃ، الطبعۃ: الثانیۃ، 1419ھ) 293:2۔
24 السبکی، ابو الحسن تقی الدین علی بن عبد الکافی، فتاوی السبکی (دار المعارف، بدون طبعہ) 632۔
25 گیلانی، سید مناظر احسن، الدین القیم (مکتبہ اسعدیہ کراچی، اشاعتِ ثانی ۲۰۱۰ء) 193۔
26 القرآن، البقرہ: ۷۔
27 ابن حبان، محمد بن حبان بن معاذ، صحیح ابن حبان (مؤسسۃ الرسالۃ –بیروت، ۱۴۱۴ھ) ۱۶: ۳۵۶۔

28 گیلانی، سید مناظر احسن، الدین القیم، (مکتبہ اسعدیہ کراچی، اشاعتِ ثانی، فروری 2010ء) 185۔

29 الحنفی، ابن ابی العز، شرح العقیدۃ الطحاویۃ (المکتب الإسلامی — بیروت، الطبعۃ الرابعۃ، 1391) 396۔

30 مبارکپوری، محمد عبد الرحمٰن بن عبد الرحیم، تحفۃ الأحوذی بشرح جامع الترمذی (دار الکتب العلمیہ، بیروت) 6:490۔

31 السبکی، ابو الحسن تقی الدین علی بن عبد الکافی، فتاوی السبکی (دار المعارف، بدون طبعہ) 632۔

32 الجزیری، عبد الرحمٰن بن محمد عوض، الفقہ علی المذاہب الأربعۃ (دار الکتب العلمیۃ، بیروت — لبنان، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۲۴ھ) 5:113۔

33 السبکی، ابو الحسن تقی الدین علی بن عبد الکافی، فتاوی السبکی (دار المعارف، بدون طبعہ) 632۔

34 ابو الفداء، إسماعیل حقی بن مصطفیٰ، روح البیان (دار الفکر — بیروت) 5:78۔

35 شربینی، شمس الدین، محمد بن احمد، السراج المنیر فی الإعانۃ علی معرفۃ بعض معانی کلام ربنا الحکیم الخبیر (مطبع بولاق، قاہرہ، 1285ھ) 2:260۔

36 بیضاوی، ناصر الدین ابو سعید عبد اللہ بن عمر، انوار التنزیل واسرار التأویل، (دار إحیاء التراث العربی — بیروت، الطبعۃ: الأولی - 1418ھ) 3:239۔

37 محمد علی بن محمد بن علان بن إبراہیم البکری، دلیل الفالحین لطرق ریاض الصالحین (دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت — لبنان، الطبعۃ الرابعہ 1425 ھ) 8:456۔

38 القرآن، النحل 97 ۔

39 مسلم بن الحجاج بن مسلم، صحیح مسلم، (دار احیاء التراث الربی، بیروت) 1:196 رقم: 365

40 بیہقی، احمد بن الحسین بن علی بن موسی، البعث والنشور (مرکز الخدمات والأبحاث الثقافیۃ، بیروت، الطبعۃ ۱۴۰۶ھ) 63۔

41 نووی، ابو زکریا محیی الدین یحیٰی بن شرف، المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، (دار إحیاء التراث العربی — بیروت، الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۹۲ھ) 3:87۔